دعواتِ عبدیتِ حق
سلسلہ ۵

از افاداتِ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب مدظلہٗ

انسان امانتِ خداوندی کو فانی دنیا پر ضائع نہ کرے

خطبۂ جمعۃ المبارک

(ضبط و ترتیب ادارہ الحق)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

ما عندکم ینفد وما عند اللّٰہ باق

اللہ جل جلالہٗ نے یہ سارا عالم اور مخلوقات انسان کے فائدے کے لئے پیدا فرمایا عرش سے فرش تک جتنی اشیاء ہیں سب سے ہماری حاجات وابستہ ہیں۔

مخلوقات کو امانتِ الٰہی کی پیشکش

خداوند کریم نے اس کارخانۂ کائنات کی پیدائش کے بعد اسکی تمام مخلوقات یعنی آسمان و زمین پہاڑ دریا سب کو اپنی امانت پیش فرمائی اور ان تمام مخلوقات کو اس کارخانہ کے سنبھالنے اور ٹھیک ٹھیک انتظام چلانے کی پیشکش کی۔ مگر آسمان و زمین اور پہاڑوں نے اپنی عجز اور کمزوری پر نظر کرکے اپنی معذوری ظاہر کی کہ اس عظیم عالم کے نظام کو صحیح طریقہ سے سنبھالنا مشکل کام ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلومًا جہولًا [۱]

ہم نے امانتِ الٰہی آسمانوں اور زمینوں کو پیش کی اور پہاڑوں کو پھر کسی نے اس کے اٹھانے کو آمادگی ظاہر نہ کی اور اس سے ڈر گئے۔ اور اٹھالیا اسکو انسان نے بے شک یہ بڑا بے ترس اور نادان ہے۔

---

[۱] ظلوم وجہول — ظالم وجاہل کا مبالغہ ہے۔ ظالم وجاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل وعلم سے خالی ہو مگر استعداد وصلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ پس جو مخلوق بدفطرت سے علم اور عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اس سے جدا نہیں ہوتے۔ (مثلاً ملائکۃ اللہ) یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ۔ (مثلاً زمین و آسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر ہے کہ دونوں اس امانتِ الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ (افادات مولانا عثمانیؒ) حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے ؟ پرائی چیز رکھنی دینی خواہش کو

(باقی اگلے صفحہ پر)

امانت الٰہی سنبھالنے کی یہ پیشکش اس وجہ سے بھی تمام مخلوقات کو کی گئی کہ بعد میں مخلوقات میں سے کسی کو شکوہ و شکایت کی مجال نہ رہے۔ کہ صرف انسان کو یہ عظیم بار امانت کیوں سونپ دیا گیا اور اسے کیوں تمام مخلوقات پر فضیلت و برتری عطا کی گئی۔ مگر محکوم اور رعایا بننا آسان ہے۔ اور منتظم و حاکم بننا بڑا مشکل کام ہے۔ اگرچہ امانت الٰہی کی عظیم ذمہ داری قبول کرنا بہت بڑی عزت ہے۔ مگر اسکی رعایت نہ رکھنے اور اس امانت میں خیانت کرنے کی سزا بھی بہت سخت ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو بھیجا کہ زمین کی سطح سے مشت بھر مٹی اٹھالائیں۔ اللہ کے مقرب فرشتے جبرئیلؑ، میکائیل، اسرائیل علیہم السلام یکے بعد دیگرے آئے اور زمین سے مشت بھر خاک اٹھانے کی اجازت چاہی زمین نے بڑی منت سماجت کی کہ مجھ سے خاک نہ لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا واسطہ دیا۔ زمین نے کہا کہ اگرچہ اس مٹی سے بہترین اور اشرف مخلوق (انسان) بنایا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی اختیار کی تو پھر اسے جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔ سب فرشتے زمین کی معذرت سن کر واپس چلے گئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل آئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سب سے مقدم ہے۔ اور مٹی اٹھاکر لے گئے۔ تو جب یہ مشت خاک زمین سے عزرائیل نے اٹھائی اب اس کا واپس کرنا بھی حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی کے ذمہ ہوا یعنی اس کے ذمہ ارواح قبض کرنے کا کام ہے۔ کہ جسد عنصری جو خاک سے پیدا ہوا ہے اسکو زمین کی طرف لوٹانا بھی عزرائیل کے ہاتھوں ہو۔ تو امانت کی ناقدری بہت بڑی گرفت کی چیز ہے۔ اس وجہ سے آسمانوں اور زمینوں نے معذرت کی اور اس

امانت کی ذمّہ داریاں

بوجھ کے برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے ——— وحملها الانسان۔ الخ انسان نے اس بار امانت کو اٹھایا ہے

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اور انسان اس عظیم بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اس کی سرشت اور خمیر میں

صفحہ ۱۰ سے آگے :- روک کر آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہ ہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے اس پرائی چیز یعنی (حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تقاضا کے بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ ہے کہ منکروں کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے اب بھی یہ ہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کردے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑے گا۔ اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔ (موضح القرآن)

عشق و محبت کی چنگاری رکھی گئی تھی۔ اور جب ایک عاشق کو معشوق کی طرف سے کوئی حکم ملے، چاہے اشارۃً ہو، عاشق اسے کر سکے یا نہ اس کام کو سنبھال سکے یا نہیں مگر تعمیل حکم میں ٹال مٹول اور پس و پیش نہیں کرتا۔ تم نے مجازی عشاق کے واقعات پڑھے ہوں گے۔ فرہاد کو کہا گیا کہ پہاڑ کھود ڈالو، وہ عاشق تھے نہ سوچا نہ سمجھا کہ پہاڑ کس طرح کھودا جا سکتا ہے۔ اور دودھ کی ندیاں کیسے بہائی جا سکتی ہیں۔ بلکہ فوراً تعمیل حکم میں لگ گیا اور پہاڑ کھودنے لگا۔ جب عشق مجازی اور فانی محبت کی یہ تاثیر ہے تو عشقِ حقیقی محبتِ الٰہی میں تو اس سے ہزار درجہ تاثیر اور قوت ہو گی۔

انسان نے اپنے محبوبِ حقیقی یعنی خداوند تعالیٰ کی یہ پیشکش خوشی خوشی قبول کی اور اس طرح خلافت و نظامت کا تاج، انتظام و نیابت کا لباسِ فاخرہ پہن لیا۔ تنظیم کا مطلب یہ کہ اب ہر ایک چیز کو اپنے موقع اور محل میں استعمال کرے گا۔ ہر کام کو ٹھیک طرح اندازہ کے مطابق تحلیل و ترکیب دے گا۔ اور اس امانت اٹھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام مخلوقات کی حاکمیت عطا فرما دی۔ اور تمام اشیاء بر و بحر کو انسان کے لئے مسخر بنا دیا۔

اللہ الذی خلق السموٰت والارض وانزل	اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین
من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات	اور اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی
رزقاً لکم وسخر لکم الفلک تجری فی البحر	روزی تمہاری، میوے اور مسخر کیا تمہارے
بامرہٖ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس	لئے کشتی کو اس کے حکم سے دریا میں چلے اور
والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار	کام میں لگایا تمہارے لئے ندیوں کو اور
واٰتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا	اور سورج اور چاند کو ایک خاص دستور و نظام
نعمۃ اللہ لا تحصوھا ان الانسان	کے مطابق اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے
لظلوم کفّار۔	رات اور دن کو اور دیا تم کو ہر چیز میں سے

جو تم نے مانگی اور اگر گنو اللہ کے احسانات نہ پورے کر سکو۔ بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

آج سمندروں اور ہواؤں پر انسان کا تسلط ہے سمندروں کی لہریں انسان چیر رہا ہے۔ اور ہواؤں میں اسکی پرواز ہے۔ یہاں تک کہ خلا کو بھی عبور کرنے کی کوششیں جاری ہیں، پہاڑوں کے جگر انسان شق کر رہا ہے اور زمین انسان ہی کے بموں سے لرز اٹھی ہے یہاں تک کہ ترقیٔ انسانیت کا نکتہ عروج حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی شکل میں ظاہر ہوا کہ حضورِ اقدسؐ شبِ معراج کو عرش تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے

بھی اوپر تشریف لے گئے اس سے انسانی شرافت وعروج کا ظہور ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خلا کے اندر یا خلا کو چیر کر آگے گذرنا ناممکن نہیں ـــــ ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع دیا کہ اس شرافت اور قوت اور تسخیر و تسلط کو آخرت اور اس امانت کے صحیح استعمال کا ذریعہ بنا دیں عقل وسمجھ دی اور دنیا بھر کی اشیاء کا ایک بازار انسان کے امتحان و آزمائش کیلئے لگا دیا۔ مگر افسوس کہ موجودہ زمانہ کا انسان صرف ان اشیاء کی ترقی ہی میں کوشاں ہے۔ اسی بازار ہی کو منتہائے حیات اور مقصد زندگی سمجھ بیٹھا ہے۔ اور امانت الٰہی کی روشنی میں اسے آخرت کا ذریعہ بنانے سے غافل ہے ـــــ حالانکہ یہ سب کچھ فانی اور چند روزہ

دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہے خواہ زمین ہے یا بنگلہ سلطنت ہے۔ یا قوت و سطوت۔ تجارت ہے یا ملازمت۔ حسن ہے یا مال و متاع وہ سب کچھ ختم ہونے والا ہے۔ اور اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ باقی اور دائم ہے۔ یہاں اگر بڑھاپا ہے۔ یا جوانی۔ بچپن ہے یا شباب غرض علم ہے یا کم وکیف ہے سب کچھ زائل ہونے والا ہے۔ بادشاہت ساتھ جائے گی نہ وزارت نہ زمین نہ زر و زن۔ سب کچھ یہاں رہ جائیگا۔ جو چیزیں فانی ہونے والی ہیں اس کے لئے کہیں خدا کو نہ بھول جاؤ۔ رسول اللہ اسلام اور مذہب سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہاں کی کوئی چیز پائیدار نہیں سب کچھ بے وفا ہے۔ عزت و منصب عارضی ہے۔ پچھلے دنوں اخبار میں نظر سے گذرا کہ صدر پاکستان جب لاہور آئے تو ہوائی اڈہ پر بہت سے لوگ استقبال کے لئے موجود تھے۔ مگر پرانا وزیر ایک بھی نہ تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا تو کہا اب ہمیں شرم آتی ہے کہ عوام کی صف میں استقبال کیلئے کھڑے رہیں۔ کیونکہ وزارت کے بعد ہمیں خاص لوگوں کے ساتھ کھڑا ہونے کی رعایت نہیں تو بھائیو یہ حال ہے دنیا کی وزارت و مناصب کا۔ یہ دنیا کی بادشاہت اور صدارت ہے جسکے لئے ہم شب و روز لڑ رہے ہیں۔ ہماری مثال ان بچوں کی طرح ہے جو آپس میں مل کر گائے بھینس کا گوبر اکٹھا کرتے ہیں جب ڈھیر بن جائے تو بچے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگتے ہیں۔ پھر تھوڑے سے تھوڑے گوبر کیلئے باہم دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ ہر روز تم یہ تماشا دیکھ سکتے ہو۔ یہی حال مال دنیا کیلئے شر و فساد کا ہے ـــــ اگر ایک شخص نے یہاں اکوڑہ میں جائیداد بنائی، بنگلہ بنایا، اس میں باغیچہ لگوایا۔ مگر جب لاہور یا جدہ جاتا ہے تو اپنے ساتھ انہیں نہیں لے جا سکے گا۔ وہاں کرایہ پر کمرہ یا ہوٹل یا سرائے میں رہے گا۔ البتہ روپے پیسے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ مگر وہ بھی محدود مقدار میں ہندوستان جائے گا تو صرف پچاس روپے اور اگر مکہ معظمہ یا مدینہ جانا ہو تب حکومت کا منظور کردہ مقدار ساتھ

ے جاسکے گا۔ اگر اس کے پاس کروڑوں روپے ہوں تو دنیا کی بے وفائی کا جب یہ حال ہے۔ کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکی تو اس عالم سے دوسرے عالم تک کب وفاداری کر سکے گی۔ بلکہ مرنے کے بعد جب اسے برزخ اور دوسرے عالم میں تنہا جانا پڑتا ہے۔ تو کپڑے تک بھی اتار دئے جاتے ہیں۔ یہ پگڑی کورٹ اور جوتے بھی الگ کر دئے جاتے ہیں جسطرح ماں سے پیدا ہوئے اسی طرح جانا ہوگا——
ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ اسلام ہمیں دنیا کے کاروبار سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ یہ زندگی کیسے گذاری جائے۔؟ اسکی تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کا کام کرتے رہو۔ مگر اللہ کے بتلائے ہوئے راستوں اور رسول اللہ کے طور طریقوں پر چل کر۔ مگر جو لوگ اللہ اور رسول کا حکم نماز روزہ میں نہ مانیں تو دنیاوی امور میں ان سے کیا توقع ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اگر جوا رشوت خوری، ظلم اور کھانے پینے کی اشیا میں دھوکہ اور ملاوٹ نہ کی گئی تو کھائیں گے کہاں سے۔ تو ماں کے پیٹ میں کس نے رزق دیا۔ کیا وہاں بھی جوا رشوت، اور چوری کی جاتی تھی۔؟ جس رب نے وہاں بغیر حرام و چوری کے حلال اور پاکیزہ رزق دیا کیا وہ یہاں ہمیں حلال رزق نہیں دے سکتا۔ کیا اس کے ربوبیت عامہ سے عقیدہ ہٹ گیا ہے۔؟ پیدائش کے متصل بعد ماں کے سینہ سے دو چشمے دودھ کے جاری کروائے۔ اب بھی وہی رب ہے۔ اور کوئی تو نہیں ہے۔؟ ہم اپنا مقصد بھول گئے۔ اپنے رب کو بھول گئے۔ توکل اور بھروسہ اللہ پر نہیں رہا۔ حالانکہ رزق کا کفیل وہی ہے۔ یہ چیز اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ جب تک انسان اس کے فرائض اور احکام کو بجالاتا رہے گا۔ گویا اسباب پر اتنا بھروسہ ہے۔ کہ اگر قبر میں فرشتے سوال کریں کہ من ربک تیرا رب کون ہے تو جو زمیندار قانونِ خداوندی کا پابند نہ ہو وہ جواب میں زمینداری ہی یاد کرے گا۔ دوکاندار دوکانداری اور ملازم ملازمت کا ذکر کرے گا۔ کہ انہی اشیاء کو دنیا میں اپنا رب سمجھا تھا۔

یہاں تو منافقت سے کام چل جاتا ہے۔ واللہ العظیم منافقت وچالاکی وہاں قبر میں نہ چل سکے گی۔ اگر یہاں عقیدہ نہ ہو کہ اللہ ہی پالنے والا ہے۔ تو وہاں ہرگز نہ کہہ سکے گا۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور جس کا عقیدہ بن جائے کہ اللہ ہی رب ہے۔ تو پھر وہ ملازمت، تجارت، زراعت میں اللہ کی مرضی کی تعمیل کرے گا۔ اس کے احکام کی رعایت رکھے گا۔ اور مخالفت شرع اس سے ناممکن ہوگی۔ خداوند کریم کی خوشنودی کیلئے جس نے

اللہ کی ربوبیت عامہ پر اعتماد کی ایک مثال اور اسکی برکات

کام کیا اس نے بقاء حاصل کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بچّے جو اس وقت اکلوتے بیٹے تھے۔ اور اپنی وفا شعار بیوی کو ایک ویرانہ اور جنگل میں چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ کہ وہاں اللہ کا گھر اور مسجد آباد ہو جائے نماز شروع ہو تو مالک الملک کے حکم کی تعمیل میں اپنا بچّہ اور بیوی جنگل میں چھوڑ آیا۔ جب بیوی نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم ہمیں چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں۔ تو حضرت ہاجرہ پکار کر پوچھتی ہیں کہ کیا ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ رہے ہو ــــــ؟ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے کہ جذبات محبت و شفقت غالب آ کر تعمیلِ حکم میں کمزوری نہ آجائے۔ صرف یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہا ہوں۔ حضرت ہاجرہ نے مطمئن ہو کر فرمایا:

اِذًا لَا یُضَیِّعُنَا۔   تب ہمیں اللہ ضائع نہ کرنے دے گا۔

آج اسی قربانی اور حضرت ہاجرہ کے ایمانی استقامت کا ثمرہ ہے۔ کہ بیت اللہ کیطرف رُخ کو نماز و عبادت کی صحت کا موقوف علیہ بنا دیا گیا ہے۔ اور اب تک دنیا میں کروڑوں نمازی فرائض، نوافل، اور سنن پڑھ رہے ہیں۔ اور جہاں بھی نماز پڑھی جائے خانہ کعبہ ہی کی طرف رُخ کیا جاتا ہے۔ وہی زمزم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا دنیا میں بھی پیا جاتا ہے۔ ۲۰۔ ۲۵ لاکھ افراد کے رزق کا انتظام اس وادی غیر ذی زرع میں ہو جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا ثمرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا ظہور ہے۔ اور ہر نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جاتا ہے، اللہ پر اس اعتماد اور تعمیلِ حکم کا نتیجہ ہے۔ اور سب کچھ وہاں کے فیوض و برکات ہیں۔ کہ ہم ملّت ابراہیمی پر ہیں۔ اس وقت عورتوں کی ایمانی طاقت اتنی مضبوط تھی جس کا حضرت ہاجرہ نے ثبوت دیا ـــ آج اگر مرد دین کا کچھ کرنا چاہے تو عورت اسے نہیں چھوڑتی۔ پہلے اگر ایک مرد یا عورت میں سے ایک دین میں کمزور ہوتا۔ تو دوسرا ایمان دار ہو کر اسے راہ راست پر لانے لگتا۔ مگر اب دونوں ایک دوسرے سے بد دینی میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک بادشاہ کی لڑکی کا قصّہ سنایا تھا۔ کہ بادشاہ نے یہ چاہا کہ اپنی لڑکی کی شادی دیندار آدمی کے ساتھ ہو، دیندار آدمی تلاش کے بعد میسّر ہوا مگر غریب و مفلس تھا۔ اس سے نکاح شاہزادی کا ہوا۔ رخصتی کے بعد غریب شوہر کے گھر شہزادی نے روٹی کا باسی ٹکڑا دیکھا۔ خاوند سے پوچھا کیا ہے۔ اس نے کہا افطاری کے لئے روٹی کا ٹکڑا رکھا ہے۔ بیوی ناراض ہو کر اس کے گھر سے جانے لگی۔ اس بیچارے نے کہا کہ مجھے پہلے سے اندازہ تھا کہ ایک شہزادی فقیر کے گھر نہیں رہ سکے گی۔ مجھ سے غلطی ہوئی مگر تمہارے بادشاہ نے مجبور کیا تھا۔ لڑکی نے کہا

کہ نہیں میں آپ کی غربت و فقر کی وجہ سے نہیں جارہی بلکہ آئندہ کے لئے روٹی کا یہ ٹکڑا رکھنا توکل اور اعتماد علی اللہ کے خلاف ہے۔ ایک مومن کا بھروسہ تو صرف اللہ ہی پہ ہونا چاہیئے۔ اگر آئندہ اتنا بھی نہ رکھو تب یہاں رہوں گی ـــــ

خلاصۂ بیان | الغرض آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمہارے ساتھ تمہارا نسب، دولت طاقت کوئی چیز جانے والی نہیں۔ سب کچھ یہاں رہنے والی چیزیں ہیں۔ ہاں اگر اچھا عقیدہ جمایا ہے، اچھے اخلاق پیدا کئے، اچھے اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کیا وہ ساتھ ہوگا ـــ معنوی اشیاء علم وجہل عقیدہ و بدعقیدگی اخلاق و بداخلاقی ساتھ ہوتی ہے۔ دل و دماغ روح اور قلب کی چیزیں کوئی نہیں چھین سکتا۔ اگر دنیا میں سب کچھ رسومات، معاشرہ، تمدن، لباس پوشاک طور طریقہ اسلامی رنگ میں نہیں بلکہ خلاف ہے۔ تو یہاں اگرچہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔ مگر فرشتوں کو دھوکہ نہیں دے سکے گا۔ جب لباس و تمدن نصرانیوں کا اختیار کیا ہوگا تو ممکن ہے کہ فرشتہ اس سے کہے کہ تم نصرانی ہو۔ کوئی اور کہے گا کہ جب اس کی زندگی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہج اور طریقہ پر نہ تھی تو کیا یہ حضورؐ کو اپنا پیشوا کہہ سکے گا۔ بلکہ کہے گا کہ میرے تو کوئی پیشوا تھے۔ کس کے بارہ میں پوچھتے ہو ـــــ غرض انسان کو جو بڑی قابلیت، طاقت، خلافت اور امانت کی نعمتیں دی ہیں۔ اسے فانی پر ضائع نہیں کرنا چاہیئے اللہ کا قرب اللہ کی رضا باقی چیز ہے۔ اسے حاصل کریں۔ جو اچھے اخلاق اچھے عقائد اچھے اعمال ہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کو پہنچتے ہیں۔ کل شیء ھالك الا وجھہ۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جو کام اللہ کی رضا کے لئے اور خالصتہً لوجہ اللہ کئے جائیں وہ فانی اور ہلاک نہ ہوں گے۔ اللہ جل جلالہٗ اپنی خوشنودی نصیب فرماوے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اختلافِ صحابہؓ میں سکوت | مشہور تابعی امام ابراہیم بن یزید النخعیؒ ۹۶ھ صحابۂ کرام کے اختلافات پر تنقید، اظہار رائے اور فریقین میں سے کسی کی جنبہ داری ناپسند کرتے تھے اور ان مسائل میں سکوت سے کام لیتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد نے حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے اختلاف کے بارہ میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا نہ میں سبائی ہوں اور نہ مرجی۔ اس طرح ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ کے مقابلہ میں علیؓ سے زیادہ محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اگر علی تمہارا خیال سنتے تو تم کو سزا دیتے اگر تم کو اس قسم کی باتیں کرنی ہیں تو میرے پاس نہ بیٹھا کرو۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ محبت ہے لیکن میں آسمان سے منہ کے بل گرنا پسند کرتا ہوں اور یہ گوارا نہیں ہے کہ عثمانؓ کیساتھ کسی قسم کا سوئے ظن رکھوں۔ (تابعین بحوالہ ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۲)